Last episode part 4

"آپ کہاں رہ گئے تھے!! میں کب سے انتظار کر رہی تھی آپ کا؟"

رات کے ایک بجے سکندر کمرے میں آیا تھا۔ رمشا جو اس کے انتظار میں بے چین کبھی چکر کاٹتی' کبھی اُٹھتی بیٹھتی اسے دیکھ کر فوراً اُٹھ کر اس کے پاس آئی۔

"تم اس وقت جاگی کیوں ہو؟"

سکندر نے ماتھے پہ بل ڈال کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پہلے مجھے بتائیں آپ تھے کہاں دو پہر سے گئے ہوئے ہیں اور اب آرہے ہیں!! کدھر تھے آپ ۔۔۔فاروق کا کچھ پتا چلا۔"

سکندر نے اپنی جیکٹ اُتاری اور صوفے پہ پھینکی۔ ٹائی تو پہلے ہی گاڑی میں اُتار چکا تھا۔ شرٹ کے اوپری بٹن کھولتے ہوئے وہ بیڈ پہ بیٹھا۔

رمشا کو وہ کافی کھویا ہوا اور تھکا ہوا لگا۔ وہ سمجھ گئی یہ وقت نہیں تھا اسے چھیڑنے کا پھر ایک دم چونکی۔ کچھ سوچ کر وہ سکندر کے سامنے جھکی اس کے بالکل قریب آئی اتنی کہ سکندر نے حیرت سے اسے دیکھا پھر وہ سمجھ گیا۔

"میں اپنے وعدے کو نبھا رہا ہوں رے میں نے شراب نہیں پی۔"

"آپ نے نماز پڑھی؟"

رمشا پیچھے ہوتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی۔ سکندر نے اپنی آنکھیں زور سے بند کیں۔ اس نے جب کوئی جواب نہیں دیا تو وہ سمجھ گئی۔

"چلیں اُٹھے!! جا کر فریش ہو کر آئیں میں آپ کے کپڑے نکالتی ہوں۔۔اس کے بعد آپ نماز پڑھے گے تب تک میں کھانے کے لئے کچھ لاتی ہوں۔" اس نے سکندر کا بازو پکڑ کر کھینچا۔

"رے میں چلا جاوں گا۔۔"

اس نے بیزاری سے رمشا کو کہا۔ رمشا نے اسے گھورا۔

"میں آپ کے کوئی بہانے نہیں سُنوں گی داود اُٹھیں!!"

رمشا کے زور دینے پہ وہ بلا آخر اُٹھ گیا اور ڈریسنگ روم سے گزر کر باتھ روم چلا گیا۔ رمشا گہرا سانس لیتے ہوئے اب اس کا جیکٹ اُٹھانے لگی۔ اس کے جیب سے اس کا والٹ اور فون نکال کر ٹیبل پہ رکھنے لگی کہ وہ ایک دم اسے اپنی ہاتھ پہ چُبن ہوئی سی کرتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو دیکھا اس کی انگلی ہلکی سی کٹ گئی تھی۔ اس نے بڑا دھیان سے وہ چیز نکالی تو حیرت سے اس کا منہ کھل گیا۔ سپرائیل چھری اس کے ہاتھ میں تھی۔ یہ اس نے کس چیز کے لیے رکھی تھی۔

دیکھنے میں بڑی خطرناک لگ رہی تھی۔ وہ ہوش میں تب آئی جب سکندر نے اسے آواز دی۔ وہ تیزی سے چھری واپس رکھتے ہوئے کوٹ رکھتے ہوئے اس کی طرف آئی۔

••••••••••••••••••

"پاپا سے مل آئے آپ؟"

وہ سب کھانے کی ٹیبل پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حداد کو بیٹھتا ہوا دیکھ کر وہ مسکرا کر بولے بغیر نہ رہ سکی۔ حداد نے اسے گھورا تھا۔۔۔ بخت نے اسے دیکھ کر اپنی آنکھیں گھمائیں۔ مجال ہے یہ آدمی زرا سا مسکرا دے۔

"ہاں! تم لوگوں نے تو بتانا گوارا نہیں کرنا تھا۔۔ ظاہر ہے غیر جو ہو چکا ہوں۔"

اس نے حنان اور عینہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ حنان نے درینہ کو دیکھا جو ہنستے ہوئے بولی۔

"آپ اور پھوپھو نے آج بالکل ایک جیسی باتیں کی ہیں۔ خود ہی رابطہ نہیں رکھتے اور خود ہی شکوے شکایت کرنے لگ جاتے ہیں۔ میرے بیچارے پاپا نے تو کسی کو کچھ بھی نہیں تھا۔"

"آپی ویسے انکل دیکھنے میں کافی ینگ لگتے ہیں۔۔۔وہ توڈاکٹر سے بھی کافی زیادہ سمارٹ اور کم عمر کے لگ رہے تھے۔" بختاور کے شرارت سے کہنے پر حداد کا کانٹے پہ ہاتھ رُک گیا۔عینہ نے حداد کے تاثرات دیکھے تو تیزی سے بولی۔

"بھئی کچھ لوگوں کو بہت شوق ہے کہ میرے چاچو کو کلین شیو اور چھوٹے بالوں میں دیکھے۔کیوں چاچو؟"

حداد نے حنان کو دیکھا پھر ایک دم کھانا کھاتے ہوئے بولا۔

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"آپی کچھ لوگوں نے فقیری کی لائن چوز کرلی ہے اگر ایسا کر لیا تو پھر ان کا بزنس خراب ہو جائے گا۔"

"بخت!!"

حنان نے اسے تنبیہ نظروں سے دیکھا۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا ہانی ماما۔۔۔"

"بُری بات ہے وہ بہت بڑے ہیں تم سے۔۔۔حداد بھائی سوری اس کی طرف سے۔" بختاور کچھ کہنے لگی جب سامنے ٹیبل پہ موجود حداد کا فون بج اُٹھا۔بختاور نے دیکھا' شرینہ کالنگ' لکھا ہوا تھا۔ایک دم سے پتا نہیں کیوں اسے بہت تکلیف ہوئی۔یہ تو باقائدہ ڈاکٹر کے پیچھے ہی پڑ گئی ہیں ۔حداد نے فون اُٹھایا اور ایکسکیوز کرتا اُٹھ پڑا۔ابھی جو تھوڑا سا لائیٹ ماحول میں وہ سب کھانا کھا رہے تھے۔ایک دم اس لگا جیسے رونق سی غائب ہو گئی تھی۔حداد بیشک جولی سا شخص نہیں تھا مگر پتا نہیں کیا تھا۔اس کی موجودگی میں بختاور کو مزا آتا تھا۔اسے تنگ کرنا' اسے چھیڑنا۔۔اس کے چوڑے ماتھے پہ وہ بل دیکھنا اس کتنا خوش کرتا تھا۔اب وہ اُٹھ گیا تھا تو بختاور کا بھی دل اچاٹ ہو گیا تھا۔اس زندگی میں پہلی دفعہ شرینہ بہت بُری لگی تھی۔

"کیا ہوا کھانا کیوں نہیں کھا رہی۔۔ میری بات بُری لگ گئی۔۔۔"

حنان کی آواز پر وہ ایک دم چونکی۔ حنان نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

"نہیں ! "اس نے ایک لفظ میں بات کہی۔

"سکندر آج تمھیں بہت یاد کر رہا تھا۔ کل پیپر ہے نا تمھارا؟"

بختاور نے سر اثبات میں ہلایا۔

"کل گھر جاو گی؟ سکندر اور رمشا کے ساتھ ڈے سپینڈ کرنے۔۔۔" بختاور مسکرائی۔

"ماما اور آپی کے پاس ہاں ضرور کیوں نہیں۔۔۔ ماما کیا میں اب وہاں نہیں رہ سکتی۔"

"ارے نہ بابا نہ۔۔۔ گھر کی رونق کو میں وہاں ہر گز نہیں بھیجنے والی۔۔۔ تمھاری ہی دم سے بخت گھر گھر لگنا لگا ہے۔۔ ورنہ یہ اور ان کی ڈیوٹی سے میں پاگل ہو جاوں گی۔۔ ڈے سپینڈ کر کے آو اور پھر سیدھا واپس آنا یہ بھی تمھارا گھر ہے۔"حنان درینہ کے تیزی سے کہنے پر مسکرایا۔

"کھانا کھاؤ پھر اس کو کال کر لینا تمھیں بہت یاد کر رہا تھا۔"

"یہ کس طرح کا یاد ہوا بھلا۔۔۔ ماما نے تو ویسے پوچھنا ہی چھوڑ دیا ہے جب سے بیوی آئی ہے۔"

وہ دونوں ایک دم ہنس پڑے۔

"اب مشی بُری لگنے لگی ہے بخت کو۔"

"توبہ آپی کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ میں تو ویسے مذاق کر رہی تھی۔ آپی آئی ہیں تو ماما زراٹریک پہ آئے ہیں۔۔۔ میں زرا بات ہی کر آوں اپنے ماما سے۔۔۔۔"

"ارے کھانا تو کھالو۔۔"وہ دونوں ایک ساتھ بولے۔ بخت نفی میں سر ہلاتے ہوئے اُٹھ پڑی۔

"بعد میں !!"

••••••••••••••••••••••••••••

"یہ میں کیا سُن رہی ہوں!! آپ نے حداد کے انسلٹ کی۔۔۔بابا ہاو کڈ یو ڈو دس!! وہ اپنے بھائی سے ملنے آئے تھے۔پریشان تھے اور آپ نے ان پر طنز کے تیر برسانے لگے۔"

شرینہ تیزی سے کہتے ہوئے اپنے باپ کو دیکھنے لگی جو بیڈ ٹی لیتے ہوئے اس کے غصے سے لال چہرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو شیری۔۔۔اور یہ کیا طریقہ ہے اپنے باپ سے بات کرنے کا۔"

"گستاخی معاف بابا مگر آپ نے واقعی بہت غلط کیا ہے۔کیا سوچیں گے وہ میرے بارے میں۔اس طرح کی فیملی ہے میری۔"

وہ اب ایک دم چونک پڑے۔سیدھا ہوتے ہوئے ان نے چائے کا کپ ٹیبل پہ رکھا۔اب ان کے چہرے پہ سنجیدگی آگئی۔

"تم اس لڑکے سے ملتی رہی ہو کیا؟" شرینہ کی ایک دم بولتی بند ہو گئی۔بے بی پنک نائیٹ ڈریس میں وہ شدید ناراض دکھائی دے رہی تھی۔وہ انھیں ایک لمحے کے لئے دیکھتی رہی پھر کچھ سوچ کر بولی۔

"ہاں!"

"کیوں؟" وہ دھاڑا۔

"بابا ایسی بات نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔میں ان کی ایک کیس میں ہیلپ کر رہی تھی۔"

"وہ خود ایک کیس ہے تم اس کی کیا مدد کر رہی تھی شرینہ۔"

"بابا وہ پاگل نہیں ہے۔"

"ایک انسان نے اپنا حلیہ ہی ملنگ بابے جیسا رکھا ہو وہ پاگل نہیں ہے تو اور کیا ہے۔"

"ہم کسی کی حلیے سے اس کی دماغی حالت نہیں جج کر سکتے بابا۔"

"ٹھیک ہے مان لیا مگر وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔۔ تم نہیں جانتی میں۔۔۔ جانتا ہوں۔۔اس نے اپنے ملازم کو ایک دفعہ غصے میں آکر زخمی کر دیا تھا اور ایک دفعہ تو درینہ کے بڑے بھائی کی بیوی کو ڈرا دیا تھا جب وہ بھول کے بھٹکے سے اس کے کمرے میں گئی تھی۔۔۔ یہ حال اس نے کچھ اپنے دوسرے بھائی کے بچوں کے ساتھ بھی کیا تھا۔۔ایک کو تو سیڑھیوں سے گرا دیا تھا۔ تبھی تو وہ پاکستان بھول کر بھی نہیں آئے۔۔۔اور اگر پاگل نہ ہوتا تو اس کی منگیتر اسے نہ چھوڑتی۔۔ پاگل ہی تو ہے تبھی تو اتنے سالوں سے اوپری پورشن کے کمرے میں بند رہا۔"

شرینہ کی تو بولتی بند ہو گئی۔ وہ کیا کہتی مگر آخری بات پہ وہ تو جیسے تڑپ گئی۔

"بابا اس نے حداد کو اس لئے نہیں چھوڑا تھا کہ وہ پاگل ہے بلکہ حداد کی نہ صرف ایک آنکھ ضائع ہوئی تھی بلکہ ان کا سارا کریر تباہ ہو گیا تھا۔ تو اس نے ان کی محرومی کو ٹھکرایا تھا۔۔ان کے پاگل پن کو نہیں۔"

"تم اس کی اتنی فیور ایسے کر رہی ہو کہ تم جیسے اس سے محبت کرتی ہو۔"

ان کا لہجہ اب کچھ سخت ہو گیا تھا۔

"کیونکہ میں۔۔۔۔" اس سے بولا نہیں گیا۔ باپ کے سامنے وہ یہ بات نہیں کہہ سکتی تھی جس طرح اس نے یہ بات ماں کے سامنے کی۔ انھوں نے گہرا سانس لیا۔ وہ بیٹی سے پیار بھی بہت کرتے تھے لاکھ ان کا کڑوا اور طنزیہ مزاج سہی مگر بیٹے کے لئے وہ ایک شفیق باپ ثابت ہوتے تھے۔

انھوں نے شرینہ کو اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ دبے دبے قدم اُٹھاتی خاموشی سے بیٹھی۔

"تمھاری ماں نے مجھے سب بتا دیا تھا وہاں جانے سے پہلے ہی۔"

اس نے حیرت سے انھیں دیکھا ان کے تاثرات ابھی بھی سنجیدہ تھے۔

"مجھے تو جھٹکا لگا میری بیٹی اتنی سمجھدار بیٹی کو پسند آیا بھی آیا تو کون حداد عظیم ! مجھے تو حیرت کا جھٹکا لگا۔۔ایسی کیا بات اچھی لگی اس کی میری بیٹی کر رشتے کو ٹھکرانے پہ مجبور ہو گئی۔"

"بابا!!!"

وہ کچھ کہنے والی تھی کہ اس کے ابو نے ہاتھ اُٹھا کر اسے کچھ کہنے سے روک دیا۔

"میں واقعی جانا چاہتا تھا۔اور جانے کے لئے مجھے اس سے بہتر دن کوئی نہیں ملا۔میں بیشک کھڑوس مزاج کا بندہ ہوں شیری مگر میں اتنے بلنٹ ہو کر کسی پر اس طرح طنز کے تیر نہیں برساتا۔۔۔مجھے یہ اس لئے کرنا پڑا آخر میں جانا چاہتا تھا کہ جو ساری دُنیا اسے پاگل کہہ رہی ہے کیا وہ واقعی پاگل ہے مگر مجھے جان کر خوشی ہوئی کہ نہ صرف وہ پاگل ہے بلکہ وہ اچھے دل کا تحمل مزاج بندہ ہے۔۔نہ صرف اس نے میری بدتمیزی سُنی بلکہ اس پر خاموش بھی رہا۔اس ٹائیم مجھے واقعی بُرا لگا کہ وہ اپنے بھائی کے لئے آیا ہے' پریشان ہے اور میں اس کے جلن پہ نمک چھڑک رہا تھا۔پورا ٹائیم میں اسے پڑکھ رہا تھا اور وہ واقعی میری نظروں میں پاس ہو گیا بس وہ زرا بال کٹوا لے تو مجھے کسی بات پہ اعتراض نہیں ہے۔"

شرینہ نے جھٹکے سے باپ کو دیکھا اس کو تو یقین نہیں آرہا تھا۔اسے لگا بابا واقعی حداد کو ناپسند کرتے ہیں اور اسے دور رہنے کا کہے گے۔اس کی آنکھوں میں نمی آگئیں۔

"بابا!!! " وہ اپنے باپ کے گلے لگ گئی۔

"میں چاہتا ہوں تم پہلے اس سے مل لو اور پھر اس سے بات کرو۔۔اور ہاں میری سچیوشن سمجھا دینا کیا کروں آخر باپ ہوں۔۔۔ایسے کام کرنے پہ مجبور ہو گیا۔اگر وہ ہاں کہتا ہے تو فٹافٹ بسمہ اللہ کریں گے اگر جھجک پڑا تو اسے میرے پاس بھیج دینا میں تب تک جمال سے بھی بات کر لوں گا۔"

شرینہ کا دل تیزی سے دھڑک اُٹھا تھا۔ جس بات کو اسے کبھی اپنے وہم و گمان بھی نہیں سوچا تھا وہ سچ ہونے جا رہا تھا۔ حداد اس کا ہونے جا رہا تھا۔

"تھینک یو سو مچ پاپا یو ر دی بیسٹ!!!"

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"میں نے کہا میرا بچہ آرام سے پیپر دے دیں پھر میں اسے لینے آوں گا۔ تمھیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ویسے پیپر کیسے ہو رہے ہیں لاڈلی کے۔"

سکندر نے پیار سے پوچھا۔ بختاور اپنی چیز سیٹ کرتے ہوے کانوں میں ہیڈ فون لگائے بولی۔

"آپ تو ہوا کے جھونکے ہی بن کے رہ گئے ہیں ماما۔ خود بھی برائے نام مجھ سے ملے اور آپی سے بھی ملنے نہیں دیا۔"

سکندر مسکرایا۔

"جانتی ہو رے نے مجھے پاگل بنا کے رکھ دیا ہے ارد گرد دُنیا کا ہوش نہیں رہتا۔ سب ٹھیک ہے نا کسی نے تمھیں تنگ تو نہیں کیا۔"

کوئی بہت دنوں سے میرے دل کو تنگ کر رہا ہے ماما!!

بختاور نے دل میں سوچتے ہوے کہا۔

"نہیں ماما! اللہ کا شکر بہت سکون میں رہی۔۔۔آپ نے بہت اچھا کیا مجھے یہاں بھیج کر۔"

"او نو!! یعنی کے میری بختاور بی بی کہہ رہی ہیں کہ حنان ماما زیادہ اچھے ہیں۔۔اب تو میں ابھی آ رہا ہوں تمھیں لینے۔" سکندر نے تیز لہجے میں کہا۔ بخت اپنے ماما کو پرانے روپ میں دیکھ کر مسکرا پڑی۔

"کاش ماما آپ کی اپنی جگہ اور ہانی ماما کی اپنی۔۔۔آپ پہلے ہی اتنے مسلوں میں پھنسے رہتے ہیں کم سے کم میرے حوالے سے تو آپ پر سکون رہیں۔اچھا ماما ویسے باکو سے کیا لائے میرے لئے ۔۔۔"

"باکو!!! اووہ۔۔۔" بختاور نے فون میں ماما کی تصویر کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ماما اگر میرے لئے کچھ نہ لائے تو بہت بُری طرح ناراض ہو جاوں گی۔"

"خبر دار ناراض ہوئی مجھ سے تم بولو تمھیں کیا چاہیے۔۔۔۔مگر یہ سب چزیں تمھیں اگزام کے بعد ہی ملے گی۔"

"بس پھر لمبی لسٹ تیار رکھیں۔۔۔کیونکہ آپ کو نہ تنگ کا بھی مجھے گفٹ ملنا چاہیے۔"

"او کے میرا بچہ اور کچھ۔۔۔" ماما کا یہ انداز اسے رلانے پہ مجبور کر جاتا تھا۔ماما اس سے آخر اتنا پیار کیوں کرتے تھے۔

"بخت!! روتو نہیں رہی۔۔" وہ ایک ماں کی طرح پتا نہیں کیسے دل کا حال جان لیتا تھا۔۔وہ واقعی بخت کی ماں ہی تھا۔

بختاور نے اپنے آنسو پونچھے۔

"بخت میں ابھی آرہا ہوں بچے رو کیوں رہی ہو۔"

"ماما آپ کی بہت یاد آرہی ہے۔"اسے اپنی ماں صوفی کی بھی بہت یاد آرہی تھی۔

"آمیر ابیٹا میں بس ابھی آیا تم اپنا سامان پیک کر لو میں ہی سینٹر چھوڑوں گا۔۔"سکندر کی آواز میں بے چینی اور بے قراری تھی۔اس کی بچی پریشان تھی۔وہ کیسے نہ پریشان ہوتا۔

"نہیں ماما ابھی آنے کی ضرورت نہیں ہے کل ملاقات کریں گے نا۔۔۔آپی بھی ابھی پریشان ہو جائیں گی۔ویسے بھی آپ کے گھر سے سینٹر بہت دور ہے۔۔۔اپنا خیال رکھیے گا۔۔۔"

"لیکن بخت!!!۔۔۔۔۔۔"

سکندر کچھ کہنے لگا کہ بخت نے اس کی بات کاٹی۔

"ریلیکس رہیں ماما اور اپنا خیال رکھیے گا آپی کو پیار او کے اللہ حافظ !"

اس نے فون بند کر دیا اور کانوں سے ہیڈ فون اُتارا۔ کچھ سوچ کر وہ اُٹھی اور باہر کی طرف بڑھی۔

باہر نکل کر اس نے دیکھا۔۔ حداد صوفے پہ بیٹھا ٹی وی آن کیے سگریٹ پی رہا تھا۔ اس نے بخت کو دیکھا تو سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"سوئی کیوں نہیں کل پیپر دینے نہیں جانا۔"

اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے بخت سے کہا جو اس کی طرف آتے ہوئے سامنے والے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ابھی تو نو بج رہے ہیں اور ویسے بھی اگزام کے دن مجھے نیند نہیں آتی۔"

وہ بولتے ہوئے ٹی وی کو دیکھنے لگی جہاں رینڈم سپورٹس چینل لگا ہوا تھا۔ حداد نے اس کی آنکھوں کو دیکھا تو چونکہ۔

"تم رو رہی تھی؟"

وہ بولا تو اس کی آواز بڑی سنجیدہ تھی۔ بختاور نے اسے دیکھا پھر ہنسی مگر اس کی ہنسی بڑی مضنوعی تھی۔

"اچھا جوک ہے مگر بختاور کبھی روتی نہیں ہے۔"

"مانا کہ بختاور ایک چڑیل ہے مگر بختاور کا بھی دل ہے تو مجھے اب بتا وروکیوں رہی تھی اگر تم مجھ سے کچھ چھپاؤ گی تو انجام اچھا نہیں ہو گا۔"

وہ اب اس کی طرف پورا کا پورا رُخ موڑ چکا تھا۔

"کیونکہ بختاور کا پالا ایک جن سے پڑ گیا ہے اس لئے بختاور رو رہی تھی۔" حداد سمجھتے ہوئے مسکرایا

۔

"اور کون تھا وہ جن؟" وہ شرارت سے بولا۔ وہ جانتا تھا وہ بات بدل رہی تھی۔ وہ اسے بتانا نہیں چاہتی تھی۔ چلو وہ اس کی ہیلپ نہیں تو کم سے کم موڈ تو ٹھیک کر سکتا ہے۔

"کیوں آپ اس جن کا کیا کریں گے؟" وہ نا چاہتے ہوئے اس سے پوچھ بیٹھی۔ حداد نے اس کی آنکھوں میں دیکھا وہ دیکھتا رہا کچھ کہا نہیں۔ بختاور اپنی نظریں اس سے چُرا چکی تھیں۔ حداد نے اسی وقت لب کھولے۔

"اس کی جان لے لوں گا۔"

اب بختاور نے ایک دم اسے دیکھا اب کی بار حداد اپنی نظریں پھیر چکا تھا اور سیدھے ہو کر بیٹھ گیا ۔یہ بے اختیاری بھی کچھ سمجھ سے باہر تھی۔ بختاور کو سمجھ نہیں آئی کہ کیسے اس کی بات پہ رد عمل دکھائے۔ ان دونوں کی خاموشی نے ایک اکوارڈ سچویشن کریٹ کر دی تھی۔

"تمھیں اب سو جانا چاہیے۔۔۔" وہ چاہتا تھا بخت یہاں سے چلی جائے۔۔ وہ سگریٹ پیکٹ سے نکال کر لبوں پہ رکھتے بولا۔ بختاور اس سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس نے حداد کے انداز کو دیکھ کر خاموش رہنا بہتر سمجھا۔

"میں تمھیں ڈراپ کروں گا۔۔۔ خبردار اپنے اس کزن کو کال کی۔"

وہ بختاور کے اُٹھنے پر اسے دیکھے بغیر بولا۔ پتا نہیں جیسے اپنی نظروں سے اسے خوف آرہا تھا جیسے اس کی چوری پکڑی جائے گی۔

"میرا کزن کھا نہیں جائے گا خواہ مخواہ ان بیچارے کے پیچھے ہی پڑے رہتے ہیں۔"

اب وہ نارمل انداز میں اسے بولی۔ حداد نے البتہ اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ بختاور نے ناک چڑاتے ہوئے چل پڑی لیکن جانے سے پہلے یہ بات کہہ کر گئی جس سے حداد ضرور چونک اُٹھا۔

" آج کل فیمیل ڈاکٹرز کا وائرس پھیلا ہوا ہے یہ بڑی خطرناک بیماری ہے بچ کے رہیے گا ڈاکٹر!!"

ہیں اس بات کا کیا مطلب ہوا بھلا۔

Do not copy without Author's permission

فیمیل ڈاکٹر؟ بیماری؟ یہ کس کی بات کر رہی ہے۔

وہ سوچ میں پڑ گیا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••

"فاروق کا پتا ہی نہیں چل رہا۔۔۔ایک دم سے پتا نہیں اسے کس نے اُٹھالیا ہے۔۔۔مجھے تو پہلے ایک دن لگا لگا کہ تو ہو گا مگر تو خود اس خبر پہ شاکی تھا۔تجھے کیا لگتا ہے کس نے اسے اُٹھایا ہو گا۔"

وہ دونوں اس وقت سکندر کے آفس میں تھے اور حنان آج کام سے چھٹی لے کر اس کے پاس سکندر ولا آیا تھا۔سکندر جو گلاسس پہنے لیپ ٹاپ پہ مصروف تھا ایک دم اس کی بات پہ کندھے اچکا کر بولا۔

"ہو گے اس کے دشمن مجھے کیا پتا اچھا نہیں ہو گیا کہ جان چھوٹ گئی ایسی وبالِ جان تھا اور کچھ اس حدید عالم کی بھی عقل ٹھکانے میں آئے۔"

حنان نے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر فرسٹیشن سے اسے دیکھا۔

"تو کچھ تو لحاظ کر باپ ہیں وہ تمھارے یہ مت بھول۔۔۔"

"میں تیرہ سال پہلے ہی بھول چکا تھا حنان تم کیا بات کر رہے ہو۔" وہ کچھ ٹائپ کرتے ہوئے مصروف انداز میں بولا۔

"کیا کر رہا ہے؟" وہ اس کو مصروف پا کر اس سے پوچھنے لگا۔

"ایک بچے کا کیس آیا ہے۔یونی ورسٹی سٹوڈنٹ ہے۔سوچ رہا ہوں یہ کیس حداد کو دے دوں۔"

"جب سے تم نے حداد بھائی کو ہائیر کیا ہے۔تب سے تم نے بہت سے کیسس سے ہاتھ اُٹھالیا ہے۔"

Do not copy without Author's permission

"ابے اپنے اس غنڈہ گردی میں اتنا پھنسا ہوا ہوں کہ اور کام کرنے کا وقت ہی نہیں ملا رہا۔اوپر سے ان فائیٹرز کی پیمنٹس بھی کرنی ہیں ایک تمھاری وجہ سے مجھے اپنی روزی روٹی پہ لات مارنی پڑ رہی ہے۔"

"رشیا والوں سے کب جان چھڑائے گا؟"

"ڈونٹ!! میں اب تیری کوئی بکواس نہیں سُننے والا میں پہلے ہی بہت سے چیزیں چھوڑ چکا ہوں یہ مجھ سے چھوڑنے کو نہ کہی۔" وہ ہنوز مصروف انداز میں اس سے بولا۔

"جب تو نے وہاں جانا نہیں ہے تو پھر واسطہ رکھنے کا فائدہ ہے۔۔۔دفعہ کر تو بھا ہی ٹھیک ہے ایک تو کاپو والے کام سے تو مجھے شروع سے ہی نفرت تھی۔"

"فائدہ ہے مجھے وہاں کے بچوں کے مستقبل کے بارے میں سوچنا ہے۔۔۔وہاں سے اس چیز کی بنیاد شروع کی تھی اب تم کہہ رہے ہو وہاں سے سارے تعلق واسطے ختم کردوں اگر چاہتے ہو کہ میں زندہ رہوں۔۔۔میری بیوی اور بھانجی محفوظ رہے' میرا کام چلتا رہے تو مجھے تعلق ختم کرنے کو نہ کہو!! "

وہ اپنی جگہ بھی ٹھیک تھا۔اصل طاقت تو اس روس کی وجہ سے ملی تھی۔ان سے جان چھڑائی تو سمجھو سارے کام خراب۔اس نے لیپ ٹاپ گھما کر حنان کو دیا۔

"حداد کو کال کرو اور کہو کہ یہ کیس سولو کریں۔۔اور ہاں فوٹیج ہے تمھارے پاس؟" حنان لیپ ٹاپ دیکھ رہا تھا ایک دم حیرت سے سکندر کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"کونسی فوٹیج؟"

"تمھیں پتا ہے میں کس فوٹیج کی بات کر رہا ہوں۔"

"کیا کرو گے اس فوٹیج کا تم نے تو کہا تھا وہ بس ریکارڈ کے لئے ہے۔" وہ جاننا چار رہا تھا کہ آخر اس کے پیچھے مقصد کیا تھا۔

"جو کہا ہے وہ کرو! مجھے سینڈ کرو۔ تم تب تک اسے کال کرو رے ناشتہ بنا رہی ہے۔۔ ٹیبل پہ آجانا۔"

وہ کہتے ہوئے اپنی عینک اُتار کر اُٹھ پڑا۔ حنان نے اسے دیکھا پھر انفارمیشن پڑھ کر اس نے حداد کو کال کی۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••••

"سوری وہ کسی سے میٹنگ تھی اس لئے دیر ہوگئی میری خیر بتاو پیپر کیسا ہوا؟"

ضرور شرینہ سے ملنے گئے ہوگے۔ (شرینہ باجی سے اب شرینہ ہوگئی تھی)

"ٹھیک تھا۔" اس نے بے زاری سے کہتے ہوئے باہر کے نظارے میں گُم ہوگئی۔

"ڈونٹ ٹیل می میری اتنی محنت کروانے پہ تم نے پیپر بس ٹھیک کیا ہے۔"

"اب جیسا پیپر تھا اس میں تو دعا کریں کہ میں بس پاس ہو جاوں اللہ میرے اتنا مشکل تھا کہ کچھ لمحے تو میں بس پیپر کو ایسے گھورنے لگی دل کیا پھاڑ کر ان سی آئی والوں کے منہ پہ مار دوں۔۔۔ مجھے سمجھ نہیں آتی اتنی محنت اور پریکٹس کا کیا فائدہ تھا۔ جب پیپر ہی اپنی مرضی کا آنا تھا۔" وہ تھوڑی دیر چُپ رہی پھر پتا نہیں اچانک کیا ہوا کہ شروع ہوگئی۔ بختاور تھی چُپ کیسے رہتی۔ حداد نے اسے دیکھا پھر تاسف سے سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"یعنی کے میں نے اپنے بارہ گھنٹے برباد کیے۔"

اس کے برباد کہنے پہ بختاور کو مزید غصہ چڑھا۔ شرینہ سے ملنے کے لئے تو ایک ایک منٹ کے لئے تڑپے گے ظاہر ہے میرے ساتھ بیتے بارہ گھنٹے ان فضول ہی لگے گے۔ وہ اس کے بعد کچھ نہیں بولی۔ اسے دُکھ ہوا حداد نے آخر ایسا کیوں کہا۔ غصے میں وہ میوزک کا والیوم اونچا کر چکی تھی۔ "بے خیالی" گانا پوری گاڑی میں گونجنے لگا۔ حداد نے سٹیرنگ سے والیوم کم کیا اُدھر بختاور نے مزید اونچا کر دیا۔

Do not copy without Author's permission

"دماغ میں کیمیکل تو نہیں ڈال کر آئی۔۔ ہوا کیا ہے۔"

اب وہ غصے سے بولا۔

"خود ہی میرے سر پہ کیمیکل ڈال کر مجھ سے پوچھتے ہیں ہوا کیا ہے؟"

وہ اس کے انداز میں بولتی صحیح سپویلٹ براٹ دکھائی دے رہی تھی۔

حداد اس کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کے فون پہ میسج بزہوا۔ اس نے فون نکال کر دیکھا تو میسج پڑھ کر اس نے فوراً بریک پہ پاؤں رکھ کے گاڑی روکی۔

"اس لڑکی کو فوراً اتار و ورنہ اس کی زندگی کے ساتھ ساتھ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو کر بیٹھو گے۔"

واٹ دا ہیل! اس نے بخت کو کہتے ہوئے سُنا۔

حداد تو بالکل فریز ہو کر رہ گیا۔ ایسی دھمکی تو اسے چودہ سال پیچھے لے گئی تھی۔ جب بخت کی جگہ مشی موجود تھی اور وہ خود کیپٹن حداد عظیم۔۔۔ اس وقت کی فلم ایک دم اس کی آنکھوں کے سامنے گزرنے لگی رمشا کا ڈرنا' اس کا نچ کے نکلنا' کریش' دھوا' شور' مشی کا رونا۔۔ پھر خاموشی' پھر اندھیرا۔۔۔

"حداد!!! ڈاکرڈ ڈاکر کیا ہوا۔"

حداد ایک دم ہوش میں آیا بختاور پریشانی سے دیکھتی تیزی سے بولی۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے آئیم سوری مجھے میوزک تیز نہیں کرنا چاہیے تھا' اور آپ سے لڑنا نہیں چاہیے تھا آپ ٹھیک تو ہیں نا۔"

وہ حداد کے سفید چہرے کو دیکھ کر پتا نہیں کیوں جیسے ڈر گئی تھی۔ حداد نے سٹرانگ کو دیکھا ایک دم سے ایک بار پھر وہ منظر گھوما۔ اس نے وحشت سے سٹیرنگ سے نگاہیں پھیری اور لمبے لمبے

سانس لیے۔بختاور نے اپنے بیگ سے بوتل نکال کر حداد کو دینا چاہی مگر حداد نے بوتل کو پرے ہٹایا۔

"حداد!!"

اس نے پھر بیک مرر میں دیکھا ایک سلور سوک اس کے پیچھے آئی تھی۔اسے رُکتے ہوئے دیکھ کر وہ خود بھی رُک چکی تھی۔ایسے منظر بڑے جانے پہچانے سے۔۔۔اور وہ جانتا تھا یہ اسے میسج کرنے والا تھا۔۔اس کا مقصد کیا تھا وہ سمجھ گیا اس نے بنا سوچ سمجھے گاڑی سٹارٹ کی اور زن سے بھگائی۔اس نے دیکھا اس کی توقع کے عین مطابق سلور سوک اس کا پیچھا کر رہی تھی۔

"ماموں!! "

"امی"

"بابا۔۔"

رمشا کی ڈری سہمی آوازیں اسے ہانٹ کر رہی تھی اور اس وقت تو اسے مزید مشکل میں ڈال رہی تھی مگر وہ اس بار یہ غلطی نہیں کرے گا۔۔وہ بخت کی زندگی خراب نہیں کرے گا۔۔۔وہ ہسٹری ریپیٹ نہیں کرے گا۔

"ڈاکٹر کیا ہوا ہے۔آپ گاڑی اتنی تیز کیوں چلا رہے ہیں۔"

اس نے تو ڈر کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔۔سیٹ بیلٹ پہنے کے باوجود وہ حداد کی ریش ڈرائیونگ سے خود کو خطرے میں محسوس کر رہی تھی۔حداد ہوش و حواس میں نہیں لگ رہا تھا۔

"اپنا سر نیچے کر لو بخت!! کوئی ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔"

"کیا؟"

اس نے نا سمجھی سے سائڈ مرر میں دیکھنا چاہا مگر سائڈ مرر ٹوٹ چکا تھا۔۔اس نے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ماما کے دشمن اس تک پہنچ چکے تھے۔۔۔اسے تو یہی لگ رہا تھا۔

••

"درینہ زرار مشا کو اپنے ساتھ کمرے میں لے کر جانا۔"

حنان ڈائینگ ٹیبل پہ آیا تھا تو بڑی ہی سنجیدگی سے درینہ اور رمشا کو یہاں سے اُٹھنے کو کہا تھا۔

سکندر جو ناشتہ شروع کر چکا تھا ایک دم چونک کر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔اس نے حنان کی نظروں کو دیکھا وہ سمجھ گیا۔

پتا چل گیا الو کے پٹھے کو۔

"کیوں حنان سب ٹھیک؟"

"جو کہا ہے وہ کرو!!!"

اب اس نے اونچی آواز میں کہا۔رمشا اور درینہ ایک دم اچھل پڑی۔

"آواز اپنی نیچے رکھو حنان بیوی ہے تمھاری غلام نہیں!"سکندر اس سے زیادہ سخت لہجے میں بولا۔

"داود!! کیا بات ہے حنان بھائی؟کوئی بُری خبر تو نہیں ہے۔"

"رمشا پلیز آپ اور درینہ زرا اوپر جا سکتی ہیں۔"

"وہ اوپر نہیں جائے گی تم نے جو بکنا ہے بعد میں بک دینا چُپ چاپ آو اور ناشتہ کرو۔"سکندر نے اتنی سی بات کہی اور حنان نے اس کے بازو پکڑ کر اسے زور سے کھینچ کر اسے اُٹھایا اور اس کے منہ پہ مکا مارا۔

رمشا اور عینہ کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

"ناشتہ تو میں تجھے کرواوں گا بیٹا تو تھا وہ تو ہی تھا جس نے فاروق کو کیڈنیپ کیا تھا وہ بھی ہمر (حداد) کے ہاتھوں!!!! کیوں شیرو کیوں۔"

اس نے سکندر کے ناک پہ ایک بار پھر مکا مارا۔سکندر زرا سا پیچھے ہوا۔

"حنان!!! "

درینہ تو باقائدہ چیخ کر اس کے پیچھے آئی۔ سکندر نے کوئی رد عمل نہیں دکھایا۔ بس ناک پہ ہاتھ رکھتے ہوئے وہ ہنسا!!!! وہ ہنسا۔۔حنان کو اس کے ہنسنے پہ مزید تیش آیا۔ درینہ نے حنان کا بازو پکڑ کر روکا تو حنان نے بازو کو ہلکہ سا جھٹکا دیکھ کر مڑ کر اسے غصے بھری نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔

"تم دور ہو جاؤ مجھ سے اس وقت ورنہ اس کا غصہ تم پر اُتر جائے گا۔"

"ہاں تو سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو بھا' بڑا تو بھا ابھی تجھے شوٹ کر کے کچڑے میں پھینک دوں گا ۔۔۔تو تیری ساری اوقات منٹوں میں ختم ہو جائے گی۔۔۔۔"

رمشا کو سمجھ نہیں آئی حنان کو کیسے روکے لیکن سکندر کوئی رد عمل نہیں دکھا رہا تھا مطلب وہ چارہا تھا کہ حنان اپنا غصہ نکالے۔

"عینہ چلتے ہیں حنان بھائی سکندر سے ناراض ہیں۔ وہ دونوں اپنا مسئلہ ہینڈل کرلیں گے۔۔۔ سکندر نے کام بھی تو ایسا کیا ہے۔" اس نے سکندر کو تیز نظروں سے دیکھا۔ سکندر ایک بار پھر ہنسا۔

"میں اپنی مرضی کا مالک ہوں حنان!! میں سکندر بھا ہوں۔۔۔میں بادشاہ ہوں۔۔۔میں فاروق کو کیڈنیپ کروں یا اس کو مار ڈالوں یہ تمھارا بزنس نہیں ہے۔"

"تیری میں۔۔"

اس نے تو چیخ کر سکندر پہ حملہ کیا۔۔اب سکندر بھی پیچھے نہیں رہا۔ دو دوست بھیڑیوں کی طرح لڑنے لگے۔۔اب تو رمشا بھی پریشان ہو گئی بھاگ کر وہ جاوید کو بلانے گئی۔ درینہ کا تو سر چکرا گیا۔ بیچاری کو سمجھ نہیں دونوں جگری دوست اس طرح وحشی جانور کی طرح لڑ رہے تھے۔ اسے کیا پتا تھا ان دونوں کا روز کا تھا۔

حنان سکندر کو دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے بولا۔

"کمینے اگر تیری وجہ سے ہمر کو کچھ ہوا تو تیرے لاش کے اتنے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کروں گا پھر چیل کوے کو کھلا کر تیرا نامو نیشان مٹادوں گا۔"

Do not copy without Author's permission

اسی پل سکندر نے گھٹنا اُٹھا کر اس کے پیٹ پہ مارا۔ حنان سی کرتا ہوا پیچھے ہوا۔

"ہمر تیرا ماما لگتا ہے!!! اور کہا نا میری مرضی وہ میرے لئے کام کرتا ہے۔۔ میں جو چاہے اسے حکم دوں تمھارا بزنس نہیں ہے۔"

وہ اب بھا کی آواز میں دھاڑا۔

کا پو والا روپ وہ رشیا میں چھوڑ کر آجاتا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا۔ جیسا دیس ویسا بیس۔

"ہاں وہ میرا ماما لگتا ہے!! اور وہ تیرے لئے کام نہیں کرتا تو اس نے بلیک میل کیا تھا!!!! وہ مجبور ہے تمھارے لئے کام کرنے پر اور ایک دفعہ اسے پتا لگ گیا کہ تو اسے یوز کر رہا ہے وہ تیری جان لے لے گا۔"

سکندر نے حنان کی گردن پکڑی اور دیوار کے ساتھ لگائی۔

"بھاہوں میں سکندر بھا!!! جب تک میں نہ چاہوں کوئی میرے پہ ایک انگلی بھی نہیں رکھ سکتا سُنا تم نے ایک انگلی بھی نہیں!!! اس لئے اب قابو میں آجا ورنہ میرا قابو کرنے کا سٹائل تیرے سے ہضم نہیں ہو پائے گا۔" حنان ہنسا۔ اس کی ہنسی عجیب تھی۔

"تجھے پتا تیری سب سے بڑی کمزوری اس کے پاس ہے اور تو اتنے دعوے سے کہہ رہا ہے وہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ آنکھیں کھولو شیر دادو اور فینٹسی سے نکلو۔۔۔"

اب سکندر کی بولتی بند ہو گئی۔

اس کی کمزوری بخت!!

****

"حداد آپ پلیز گاڑی مت روکیے گا یہ میرے دشمن ہے۔۔۔ میں جانتی ہوں یہ میرے ماما کو ٹارچر کرنے کے لئے مجھے پہ حملہ کر رہے ہیں۔۔"

جبکہ حداد وہ کچھ سُن نہیں رہا تھا۔اس نے ایک ہاتھ سے سٹیر نگ پکڑے رکھا جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس نے ڈیش بورڈ کھول کر رومال کے اندر چھپی اپنی گن نکالی۔اس کے ہاتھوں میں موجود گن دیکھ کر بختاور کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

"تم اپنا سر بالکل مت اُٹھانا میں تو کہتا اور جھک جاو۔۔۔"

"اور آپ اگر انھوں نے آپ پر شوٹ کیا۔" وہ زرا سی گردن گھما کر اسے دیکھنے لگی۔

"تمھاری جان کے آگے میری زندگی اتنی اہم نہیں ہے بخت!!!۔" بختاور تو وہی ساکت ہو گئی۔

حداد کہتے ہوئے کھڑکی کھول چکا تھا۔ہاتھ باہر کر کے اس نے دیکھا وہ گاڑی اب اس کے بالکل قریب آرہی تھی۔وہ اس گاڑی کی ٹائیر پہ شوٹ کرنا چارہا تھا مگر وہ گاڑی والا اس بھی زیادہ چالاک تھا اس نے سائڈ پہ کر کے حداد کی گاڑی کی ڈگی پہ شوٹ کیا۔

بختاور کے حلق میں آنسو پھنس کے رہ گئے۔

یااللہ حداد کو کچھ مت ہوے میرے ماما اور میری وجہ سے تو بالکل بھی نہیں۔

وہ اس وقت نیو سوسائٹی کے ایریا میں تھا۔اس جگہ سے گزر کر وہ اپنے علاقے کی طرف آتے تھے اور وہ لوگ اس کا شروع سے ہی پیچھا کر رہا تھا۔حملہ بھی انھوں نے بڑا سوچ کے کیا تھا۔

"ڈیم اِٹ!! "

حداد کی آنکھوں میں ایک بار پھر پرانے منزل لہرائے۔

اُف زندگی ایک انڈین سیریل ہی بن گئی تھی۔

کچھ سوچ کر اس نے گاڑی کو آہستہ کیا۔

وہ اس چیز کے لئے تیار نہیں تھے وہ ایک دم حداد سے زرا آگے نکل آئے۔

Checkmate

حداد مسکرا کر کہتے ہوئے اپنا بازو باہر نکال چکا تھا اور اس نے گولی دونوں پیچھے ٹائیر پہ ماری۔۔۔

اور گاڑی کو ریورس موڑ دے کر گاڑی زن سے بھگائی۔

وہ گاڑی کی نمبر پلیٹ یاد کر چکا تھا وہ جو کوئی بھی تھے ان کو تو بعد میں ہینڈل کر لے گا۔ ابھی اس کے ساتھ بختاور موجود تھی وہ اس کی زندگی کے لئے کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔ آج بختاور کی زندگی نے اس کے ماضی کے بھوت کو اُکھاڑ کے باہر پھینکا تھا۔ وہ ایک لمحے بھی نہیں ڈگمگایا ۔۔۔ وہ پرانا حداد عظیم نہیں رہا تھا۔

گاڑی اپنے ٹاون کی طرف لا کر اس نے ایک شاپ کے سامنے گاڑی روکی۔ بختاور سانس روکے ابھی تک نیچے جھکی تھی۔ حداد کو ایسے جھکا' ڈرا' سہا دیکھ کر دکھ ہوا۔ وہ لوگ اب اس طرف نہیں آئے گے۔

"بختاور سیدھی ہو جاو۔۔۔ اب ہم خطرے سے باہر ہیں۔"

"بختاور!!"

اس نے ناچاہتے ہوئے بختاور کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے جھنجھوڑا۔ بختاور ایک دم اُٹھی اور بنا سوچے سمجھے اس کے بازو پہ سر رکھ کر رونا شروع ہو گئی۔

"حداد پلیز مجھے یہاں سے لے جائے!! میں اس خطرے سے بھری زندگی میں نہیں رہنا چاہتی ۔۔۔ پلیز حداد میرے ماما کو کہے انھیں سمجھائیں کہ یہ ملک چھوڑ دیں۔ یہ ملک ہم سب کے لئے خطرے سے خالی نہیں ہے۔۔۔۔ وہ ہم سب کو تو بھیج دیں گے لیکن خود یہ ملک نہیں چھوڑے گے۔۔۔ حداد پتا نہیں کیوں وہ ساری بات مان جاتے ہیں یہ بات کیوں نہیں مانتے اب دیکھیں نہ آپ کی بھی جان خطرے میں ڈال دی۔۔ اگر آپ کو ذرا سا بھی کچھ ہو جاتا تو میں ماما کو کبھی معاف نہ کرتی۔۔۔ آپ پلیز انھیں سمجھائیں۔۔۔ یہ آپی کی زندگی کا سوال ہے۔۔۔"

وہ ہوش میں نہیں تھی۔۔۔ جب وہ ڈر جاتی تھی تو ایسے ہی کیا کرتی تھی۔

Do not copy without Author's permission

حداد اس کے آنسو اپنے انگلیوں کے پوروں سے صاف کرنا چاہتا تھا مگر وہی بات وہ یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔اس نے بختاور کو سیدھا کیا اور ٹیشو باکس اُٹھا کر اس میں سے ٹیشو نکالے اور اس سے اس کے آنسو صاف کیے۔

"رو کر تم میرا اور اپنا ہی وقت برباد کرو گی لڑکی۔۔جب کسی انسان پہ مشکل وقت آتا ہے نا بخت تو وہ مشکل وقت آپ کے رونے' چلانے' اور پیر رگڑنے سے بالکل نہیں جائے گا وہ اپنے وقت پر جائے گا اور آپ کا پیچھا؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ وہ آپ کا پیچھا چھوڑے۔۔آپ چاہے چاند پر بھی چلے جاو بُرا وقت کسی اکٹوپس کی طرح آپ کو اپنی جکڑ میں لے لیتا ہے اور اپنا اثر چھوڑ کر ہی وہ آپ کی جان چھوڑتا ہے۔"

"مگر مگر روزانہ کے ہارٹ اٹیک سے بھی تو بچا جا سکتا ہے۔۔۔آئے دن کوئی نئی مصیبت آ ٹپکتی ہے۔۔۔انسان ایک گھڑی بھی سکون سے نہیں بیٹھ سکتا۔"

"اسے کا نام زندگی ہے بختاور عالم۔۔اور مصیبتیں بھی ان پر آتی ہیں جو اس کو سہنے کے اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے اس قابل ہوں۔۔۔"

حداد خود بھی اپنے لفظوں پہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

"اب منہ صاف کرو میں تمھیں اندر سٹور لے کر جا رہا ہوں۔لوگ اسی بعد پہ شور نہ ڈالنے لگ جائے کہ میں ملنگ بابے نے ایک چھوٹی سے بچی کو اغوا کر لیا ہے۔میں تو مفت میں نیکی کر کے مارا جاوں گا۔۔۔"

بختاور ایک دم ہنس پڑی۔بختاور کی ہنسی پہ حداد بھی مسکرا پڑا۔

"اور ہاں جو کچھ ڈالنا ہو ڈال لینا میں نہیں رُکوں گا اور پلیز کوئی الٹی حرکتیں مت کرنا۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے مگر یہ جو گاڑی پہ گولیاں لگی ہیں اس کا کیا کریں گے۔"

"تم سے گاڑی بعد میں ٹھیک کرواوں گا۔۔۔اب اُترو فوراً سے۔"

وہ اُتر چکا تھا اور بخت نے گہرا سانس لیتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※
※

"یار اس نے مجھ پہ حملہ کیا تھا۔ میں کیسے سکون سے بیٹھ جاتا۔۔۔ دیکھا تھا کہ وہ کیسے میرے سے بدتمیزی کر رہا تھا۔"

رمشا نے اسے دیکھا پھر دوبارہ کچن سمیٹنے میں مصروف ہو گئی۔ سکندر اس کی خاموشی سے چڑ کھا رہا تھا۔ ایک تو ہر بات پہ یہ لڑکی اس سے ناراض ہو جاتی ہے۔ پتا نہیں آخر اس کا مسئلہ کیا ہے۔

"فاروق کو میں نے اس لئے کیڈنیپ کیا رے کیونکہ وہ میرے خلاف سازشیں کر رہا تھا۔ اس کو سبق سکھانا تھا بس میں نے کچھ بھی اس کے ساتھ نہیں کیا۔"

"آپ انھیں ٹارچر کرنے سے زیادہ دوسرے کو ٹارچر کرتے ہیں سکندر!!! مجھے اور فاروق کو بیشک کچھ نہیں کہہ رہے ہو گے مگر ان کا کیا جو ان کے پیچھے تڑپ تڑپ کر مر رہے ہوتے ہیں۔۔۔ عنیقہ نے آپ پر بھروسہ کر کے کہا کہ اس کے بھائی کو ڈھونڈے وہ رو رہی تھی سکندر!!! آپ کو اس کے رونے پہ بھی ذرا سا ترس نہیں آیا۔۔۔ آپ کو دوسرا کا سکون برباد کر کے آخر کیوں سکون ملتا ہے!!! "

وہ دل کی کچھ زیادہ اچھی تھی۔ آج اس کا اچھا ہونا سکندر کو بیحد بُرا لگ رہا تھا۔

"واہ!!! میری زندگی برباد کرنے کی لوگوں کو اجازت ہے!!! میری بیوی کو بلیک میل کرنے کی' اسے ٹارچر کرنے کی' اسے مارنے کی لوگوں کو اجازت ہے اگر میں وہی سبق انھیں سکھاؤں تو میں ظالم ہو گیا۔۔۔ ٹھیک ہے میں ظالم ہی ہوں۔۔۔ اگر اپنی فیملی کی حفاظت کرنا ظلم کے زمرے میں آتا ہے تو میں ظالم ہی خوشی خوشی مروں گا۔"

اُلٹے دماغ کا آدمی الٹی باتیں کرے گا۔

"ٹھیک ہے بنے رہے ظالم!!! اپنی مرضی کے مالک جو ٹھہرے!!۔"

"یہ آپ دونوں پھر سے لڑنے شروع ہوگئے۔۔اب کیا کیا ہے ماما آپ نے۔"

بخت کی آواز سُن کر وہ مڑے پھر بختاور کو دیکھ کر نہ صرف سکندر اس کی طرف بھاگا بلکہ رمشا بھی بچوں جیسی خوشی لیے بخت کی طرف بڑھی۔۔۔ جیسے وہ ان دونوں کی بیٹی ہو۔۔۔وہ دونوں کے لئے کسی بیٹی سے کم تھوڑی تھی۔

بختاور اس حملے کے لئے تیار نہیں تھی۔ایک طرف سکندر نے اسے اپنے ساتھ لگایا دوسری طرف رمشا نے۔۔۔اور دونوں نے ہی اسے زور سے بھینچا۔۔۔دونوں تو جیسے اپنی لڑائی بھول ہی گئے تھے۔

"تھینک گاڈ میری ریفری آئی ہے۔اب سبق سکھائی گی اپنے ماما کو۔"

رمشا بخت کے سر پہ پیار کرتی بولی۔ سکندر نے اسے گھورا اور بختاور کو اپنی طرف کھینچا۔

"جی نہیں میری بیٹی آئی ہے!! وہ اپنی ماں کو کچھ نہیں کہے گی کیوں بچے؟"

"مجھے لگا یہاں میں ٹرامپل ہو گی مگر یہاں تو آپی ہو رہی ہیں معاملہ کیا ہے؟"

بختاور شرارت سے رمشا کو دیکھتے ہوئے پوچھ بیٹھی۔

"کچھ لوگوں نے مجھے ظالم کہا بخت۔۔۔پیار کی تو کوئی قدر ہی نہیں ہے۔۔۔۔"

"اور کچھ لوگ ظالم کہلانے کے اس قابل ہیں۔"

رمشا کمر پہ ہاتھ رکھے اب سکندر کو گھورتے ہوئے بولی۔

"تمھیں چھوڑا کس نے۔"

سکندر بات بدلتے ہوئے بخت سے پوچھنے لگا۔

"سُپر ہیرو جیسن موموا نے۔۔۔"

"ہیں!!!"

سکندر کی آواز اونچی ہو گئی۔ کون سپُر ہیرو؟

"توبہ ہے ماما آپ کی شکل ایسے ہو گئی جیسے مجھے کسی بھوت نے چھوڑا ہو۔آپی کے ماموں نے چھوڑا ہے۔"

رمشا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"ہانی ماموں وہ آئے تھے یہاں ؟انھوں نے تمھیں چھوڑا۔"

"ہاں میں نے ان سے کہا۔۔۔آپ لوگوں کے ساتھ دن سپینڈ کرنا تھا نا میں نے پیپر دے کر آ گئی ۔"

"تو ماموں کو اندر۔۔۔۔۔۔"

پھر وہ چُپ کر گئی۔۔۔وہ جانتی تھی کہ ماموں نہیں آ سکتے وہ تو جانتے بھی نہیں ہیں کہ وہ یہاں ہیں۔دکھ سے رمشا کا دل بو جھل ہو گیا۔اس کو اُداس دیکھ کر سکندر کے دل کو کچھ ہوا۔وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ رمشا بولی۔

"چلو اچھا کیا!! آؤ دریبہ اور حنان بھائی اوپر کمرے میں ہے۔۔۔اور دیکھنا تمھارے ماموں نے حنان بھائی کا کیا حال کیا ہے۔"

وہ بخت کو لے کر چل پڑی۔سکندر ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھنے لگا۔۔پھر وہ کُرسی پہ بیٹھ کر سگریٹ کا پیکٹ نکال کر سوچ میں پڑ گیا پھر ایک دم الرٹ ہو گیا۔

"تمھاری کمزوری ان کے ہاتھوں میں ہے اور تم ان کے ساتھ گیم کھیل رہے ہو۔"

"حداد بھائی بختاور کو چھوڑتے ہیں۔"

"حداد بھائی بخت کیساتھ ہیں۔"

"حداد بھائی بخت کا خیال رکھ لیں گے شیرو۔"

"بختاور کی طرف سے کوئی بُری خبر نہیں آئی جب سے وہ حداد بھائی کی انڈر پروٹیکشن آئی ہے۔"

"حداد بھائی آج کل بختاور کو اگزامز کی تیاری کروا رہے ہیں۔"

"اُف یہ حداد بھائی اور بختاور بچوں کی طرح لڑتے ہیں۔ بالکل ٹام اینڈ جیری ہیں۔۔۔"

"سپُر ہیرو جیسن مومو انے مجھے چھوڑا!!!"

"شٹ!!!!! "

سکندر نے ٹیبل کو ٹھوکر ماری۔۔ یہ کیا کر دیا اس نے۔۔۔ کہی بختاور کو حداد سے محبت تو نہیں ہو گئی۔۔۔ نہیں ماضی کو وہ ایک بار پھر سے نہیں دُہرائے گا۔ وہ بخت کو صوفی نہیں بنے دے گا

۔۔۔

What the hell I have done !!

سکندر خود سے بڑبڑایا۔

"داود مجھے عامر بھا سے شادی کرنی ہے۔۔"

اور اب اسے پتا تھا آگے جا کر کیا ہو گا۔

"ماما مجھے حداد عظیم سے شادی کرنی ہے۔۔۔"